اور اسے اُتار کر فرمایا: "خدا نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم اس کے عطیے میں سے پتھر اور مٹی کو بھی کپڑے پہنائیں" امام المؤمنین فرماتی ہیں: "میں نے یہ پردہ کاٹ کر دو تکیے بنا لیے اور ان کے اندر خرما کا پوست بھر دیا" (ابو داؤد) بخاری اور مسلم نے بھی یہ واقعہ مختصراً روایت کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا بیان ہے: "ایک بار آپ جہاد کو تشریف لے گئے تو میں نے ایک چادر لے کر دروازے پر لٹکا دی۔ جب آپ مراجعت فرما ہوئے تو چادر دیکھ کر ناخوش ہوئے، آپ نے اسے کھینچا، یہاں تک کہ پھاڑ ڈالا یا کاٹ ڈالا۔ پھر فرمایا: "ہمیں پتھر اور مٹی کو کپڑا پہنانے کا حکم نہیں دیا گیا"۔ میں نے اسے کاٹ کر دو تکیے بنا ڈالے، جن کے اندر کھجور کی چھال بھری (رواہ مسلم)۔ اس چادر کے ناپسند فرمانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اس پر تزئین (یا بنے) تھیں۔ (رواہ مسلم)

Marfat.com

## اکتالیسواں باب

# عہد شکنی اور غدّاری

اسلام نے اپنے پیروؤں کو نرمی اور سختی دونوں قسم کی مناسب قوتوں کے امتزاج کی تعلیم دی ہے، حضرت خاتم الانبیاء صلعم جس طرح تواضع اور خاکساری کی صفت سے موصوف تھے، اسی طرح شجاعت و اولوالعزمی میں سرآمد روزگار تھے۔ جس طرح آپ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا اور ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیا اسی طرح آپ غدّاروں اور عہد شکنوں کو قرار واقعی سزا بھی دیتے تھے۔ یہاں بطور نمونہ دو یہودی قبیلوں بنی نضیر اور بنی قریظہ کی غدّاری و عہد شکنی پر روشنی ڈال کر بتایا جائے گا کہ آپ نے ان ظالموں کو کس طرح کیفر کردار تک پہنچایا

**یہود سے معاہدہ** مدینہ منورہ کے اندر اور اس کے باہر تین مشہور یہودی قبیلے آباد تھے۔ بنی نضیر، بنی قریظہ، اور بنی قینقاع۔ حضرت خیر الانام صلعم نے مدینہ پہنچنے کے بعد ان یہودی قبائل سے ایک معاہدہ کیا تھا جسے ابن ہشام نے پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔ یہ دستاویز خاصی طویل ہے لیکن میں صرف وہ الفاظ یہاں درج کرتا ہوں جن کا اس بات سے براہ راست تعلق ہے۔

۱۔ یہود اور مسلمان ایک متحدہ سیاسی قوم تسلیم کیے جائیں گے، البتہ یہود کو اپنے دین پر رہنے کی آزادی ہوگی اور مسلمانوں کو اپنے پر۔ وہ خود بھی اور ان کے موالی بھی۔ ہاں اگر کوئی ظلم یا عہد شکنی کرے تو اس کا وبال اس کی ذات یا خاندان کے سوا کسی دوسرے پر نہیں پڑے گا۔

۲۔ یہود اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ مصارف جنگ برداشت کرتے رہیں گے، جب تک وہ مل کر معروف پیکار رہیں۔

۳۔ ان میں سے کوئی بھی محمد (صلعم) کی اجازت کے بغیر کسی پر فوج کشی

کوئی نہیں نکالا گا۔

۴۔ جو کوئی ان معاہدین سے جنگ کرے، یہود اور مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۵۔ اگر ان معاہدین کا آپس میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو یہ معاملہ فصل خصومت کے لیے رسولِ خدا (صلعم) کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۶۔ قریشِ مکہ کو کسی حال اور کسی شکل میں پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ ایسے شخص کو، جو ان کا مددگار ہو۔

۷۔ اگر کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ آور ہوگی تو یہودی اور مسلمان مل کر دفاع کریں گے اور ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے۔

**بنی نضیر کی غدّاری** بنی نضیر مدینہ منوّرہ سے باہر جنوب مشرق میں دو میل کی مسافت پر اپنے قلعوں میں سکونت پذیر تھے۔ زمینداری کے علاوہ ساہوکار اور تجارتی کاروبار بھی کرتے تھے۔ قریشِ مکہ سے ان کے گہرے تجارتی تعلقات تھے۔ بنی نضیر شروع میں تو نبی صلعم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف ہو گئے تھے مگر جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو کفارِ قریش سے ہزیمت ہوئی تو بنی نضیر کے دماغوں میں بھی سرکشی کے جراثیم پیدا ہو گئے۔ اس سے پہلے غزوۂ بدر کے بعد قریش کے سردار ابوسفیان کو، جو نبی صلعم پر شبخون مارنے آئے تھے، بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے اپنے پاس مہمان رکھا اور ہر طرح امداد دینے کا یقین دلایا۔ چنانچہ ابوسفیان نے اس کی مدد سے بعض انصارِ مدینہ پر، جو اپنے کھیتوں میں مصروفِ کار تھے، رات کو حملہ کیا اور صحابہ کرام رضؓ نے خبر پا کر تعاقب کیا۔ اس کے بعد بنی نضیر کفارِ مکہ سے نامہ و پیام کرنے لگے۔ آخر ان کے بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ جا کر مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان کیا۔

۴ھ میں بنی عامر نے سرورِ کون و مکان صلعم کے ستر قاری اصحاب، بیرِ معونہ میں تیغ جفا سے شہید کر دیے تھے اور ایک صحابی حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضؓ نے اس

حادثے سے بچا کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔ وہ مدینہ واپس جا رہے تھے کہ انھیں راستے میں قبیلہ بنی عامر کے دو آدمی ملے۔ انھوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور انتقاماً ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حالانکہ ان دونوں کے پاس رسول خدا کا پروانۂ راہداری موجود تھا مگر حضرت عمرو بن امیہ رضؓ کو اس کا علم نہ تھا۔ جب وہ آستانِ نبوت میں حاضر ہوئے اور بنی عامر کے دو مقتولوں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دونوں ناحق مارے گئے۔ اب ان کا فدیہ ادا کرنا پڑے گا۔

بنی عامر یہودی قبیلہ بنی نضیر کے حلیف تھے۔ حضرت سرورِ کون و مکان صلعم اپنے اصحابِ کبار کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمر فاروق رضؓ، حضرت علی مرتضیٰ رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر رضؓ، حضرت سعد بن معاذ رضؓ، حضرت سعد رضؓ بن عبادہ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر شامل تھے، بنی نضیر کے پاس اس غرض سے تشریف لے گئے کہ ان سے ان دو عامری مقتولوں کے خون بہا کا تصفیہ کریں۔ انھیں عمرو بن امیہ ضمری رضؓ نے غلطی سے قتل کر دیا تھا۔

جب آپ نے ان سے اس مسئلے پر گفتگو فرمائی تو بنی نضیر کا رئیس اعظم حیی بن اخطب آپ سے کہنے لگا: "اے ابوالقاسم! آپ ذرا توقف فرمائیے اور اطمینان رکھیے۔ جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم دل و جان سے اس کی تعمیل کریں گے۔ بالفعل آپ اور آپ کے اصحاب تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے لیے کھانا تیار کراتے ہیں۔ کھانے سے فراغت پا کر اطمینان سے بات چیت ہوگی۔" سرورِ دو جہان صلعم نے یہ التماس قبول فرمائی۔

## قتلِ رسولؐ کی تدبیر

اب ان لوگوں نے خلوت میں جا کر مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے محمد (صلعم) اور ان کے اصحاب کا کام یہیں تمام کر دیا جائے۔ اس وقت آپ پشت بدیوار بیٹھے تھے۔ بنی نضیر کا رئیسِ اعظم حیی بن اخطب اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: "ایسا سنہری موقع

پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ مصلحت وقت یہ ہے کہ چند آدمی نہایت خاموشی سے
پر چڑھ کر ایک بڑا پتھر محمد (صلعم) پر لڑھکا دیں کہ آپ کا قصہ تمام ہو جائے
عمرو بن حجاش اور چند دوسرے جوان اس کام پر متعین ہوئے۔

لیکن خود ایک یہودی سردار نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہنے لگا "ہم
سے تمہارا معاہدہ ہے اور ان کی طرف سے کبھی نقض عہد نہیں ہوا۔ اگر ان کے سر
پتھر گرانے کا فیصلہ ہوا تو انھیں آسمان کی طرف سے اس کی اطلاع پہنچ جائے گی
اور ہماری طرف سے نقض عہد ہونے کے بعد قوم کو بہت بری طرح اس کا خمیازہ
بھگتنا پڑے گا۔" مگر کسی نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ یہ موقع ہاتھ
سے دینا انتہا درجے کی حماقت ہے۔ آخر ایک بڑا پتھر پچھلی جانب سے آنحضرت
کے اوپر لایا گیا۔ معاً جبریل نے یہ امر رب العالمین آکر آپ کو اس کی خبر
کر دی۔

آپ انتہا درجے کے دور اندیش تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے اس
ذکر نہ کیا کیونکہ اگر یہود کو معلوم ہو جاتا کہ ان کا راز فاش ہو گیا ہے تو ممکن تھا
وہ بے دھڑک لڑائی پر آمادہ ہو کر حملہ آور ہوتے۔ ادھر آپ کے ساتھ کل آٹھ
جاں نثار تھے، جو سب کے سب نہتے اور غیر مسلح تھے۔ آپ گویا شیر کے بھٹ
گھس آئے تھے اور حالت جتنی مخدوش تھی، وہ ظاہر تھی۔ اس لیے آپ نے ساتھیوں
کو وہیں چھوڑا اور خود تنہا چپکے سے نکل کھڑے ہوئے۔ اوپر یہود یہ سمجھ رہے
تھے کہ آپ اور آپ کے اصحاب نیچے موجود ہیں۔ جب آپ دیر تک مراجعت
نہ ہوئے تو آپ کے رفقاء بھی مدینہ لوٹ آئے۔

**غداروں سے حضورؐ کا سلوک**

اس کے بعد جب آپ مسجد میں تشریف لائے اور اس فتنہ کی اطلاع
کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے یہود کے فاسد اقدام کی
دی۔ لیکن اس غداری کے باوجود نضیریوں کے خلاف کوئی
اقدام نہ کیا گیا۔ بنی نضیر قبیلہ اوس کے حلیف تھے، اس لیے پیشوائے امت صلعم

[illegible] بذریعہ پیغام دئے کر ان کے پاس بھیجا کہ ہمارا تمہارا عہد و پیمان ٹوٹ
[illegible] بدعہدی کی ہے تمہارا تنہا رہنا اور باطل یکساں نہیں اور مسلمانوں کے حق
میں تمہاری ہمسایگی سخت خطرناک ہے، اس لیے تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی
ہے اس مدت میں یہاں سے چلے جاؤ۔ جائداد منقولہ ساتھ لے جا سکتے ہو۔ بعد سال
بہ سال آکر اپنے نخلستانوں کی فصل لے جانے کی تمہیں اجازت ہوگی۔

**عبداللہ بن اُبی کا پیغام**

جب انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے حلیف اوس کسی طرح ہمیں مدد دینے کو تیار نہیں تو ان کی طرف سے مایوس ہو گئے ہو لیکن انہیں اپنے مضبوط قلعوں پر جن میں وہ رہتے تھے، بڑا ناز تھا اس کے علاوہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو نضیریوں کے اس قصد کا علم ہوا تو اس نے انہیں پیغام بھیجا کہ "تم محمد (صلعم) سے ہرگز نہ دبو۔ بنی قریظہ اور غطفان بھی تمہاری اعانت کریں گے۔ علاوہ بریں میرے پاس دو ہزار بہادروں کی جمعیت ہے، یہ لوگ جانیں دے دیں گے مگر تم لوگوں پر آنچ نہ آنے دیں گے" مگر یہ محض ہوا تھا کیونکہ رئیس المنافقین کی تو یہ خواہش تھی کسی طرح بنی نضیر سرورِ عالم سے مقابلہ کریں اور وہ تماشا دیکھے۔ وہ خود تو عداوتِ اسلام کے مقابلے میں نہیں آ سکتا تھا کیونکہ منافق تو اپنے آپ کو مسلمان ہی ظاہر کرتے تھے۔

اگرچہ بنی نضیر کے ضعیف العمر اور معاملہ فہم افراد نے پھر بھی یہی مشورہ دیا کہ آنحضرت صلعم کی پیش کردہ شرطوں پر صلح کر لی جائے، مگر رئیس قبیلہ حیی بن اخطب رئیس المنافقین کا پیغام پہنچنے پر اکڑ گیا۔ مقابلے کا فیصلہ کیا اور قلعہ بند ہو کر رسول خدا صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے، تم جو کچھ ہمارا بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ اس پیغام کے بعد سرورِ انبیاء نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضؓ کو شہر میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور جاں نثار صحابہ رضؓ کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں جاں نثارانِ اسلام کی فوج ظفر موج ان کے سر پر تھی۔

آپ قلعوں کے پاس پہنچ کر نماز عصر ادا کی اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ اب قلعوں سے

Marfat.com

تیر اور پتھر برسنے لگے۔ گیارہ یا پندرہ شبانہ روز محاصرہ جاری رہا
۔۔۔ برابر اس کے منتظر رہے کہ کسی طرف سے کوئی کمک آتی ہے لیکن
کوئی ادنیٰ حرکت بھی پیدا نہ ہوئی۔ جب قلعوں میں چھپے ہوئے یہودیوں کے باہر
نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوئی تو آپ نے وحی الٰہی کے مطابق حکم دیا کہ ان کے باغ
کاٹ ڈالو اور کھجور کے درخت اکھاڑ دو تاکہ باہر نکل کر جلد فیصلہ کرنے پر مجبور
ہوں۔ جب درخت کٹنے لگے تو بنی نضیر نے پیغام بھیجا کہ خیر ہم تو مجرم تھے،
کس وجہ سے ہمارے درختوں پر تم قتل ہو، لیکن ان بیچارے درختوں نے کیا قصور کیا
ہے، جس کی سزا میں ان کے سر قلم ہو رہے ہیں۔ ان کے اس پیغام کا منافقوں
میں چرچا ہوا اور بعض مسلمانوں کو بھی ان کی باتیں سن کر کچھ پریشانی ہوئی۔ اس پر
سورۂ حشر کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

| | |
|---|---|
| ما قطعتم من | اُن کے کھجوروں کے درخت جو |
| لینۃٍ او ترکتموھا | تم نے کاٹے یا انہیں جڑوں پر سیدھا |
| قائمۃً علیٰ اصولھا | کھڑا رہنے دیا تو یہ سب کچھ خدا |
| فباذن اللہ ولیخزی | ہی کے حکم سے ہے اور خدا کو منظور |
| الفاسقین۔ (سورہ حشر) | تھا کہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔ |

**بنی نضیر کا اخراج** درخت کٹتے دیکھ کر محصور یہودی سخت وحشت زدہ اور مرعوب ہوئے اور کہلا بھیجا کہ ہمیں جان کی امان دی جائے تو ہم خود ہی یہاں سے نکل جانے پر تیار ہیں۔ پیغمبر خدا نے کہلا بھیجا: "تم اطمینان سے نکل جاؤ، تمہارے جان و مال سے کوئی تعرض نہ کرے گا، مگر ہتھیار یہیں چھوڑ جاؤ کہ یہ تمہاری سرکشی کی سزا ہے۔ بنی نضیر اس پر راضی ہو گئے۔ ان میں سے بعض شام کو چلے گئے اور بعض نے خیبر میں بود و باش اختیار کی۔ جاتے وقت حسد کے مارے اپنے گھروں کے کواڑ، تختے، بازو، کڑیاں، چوکھٹ تک اکھاڑ کر اونٹوں پر بار کر لیے؛ لیکن کسی نے ان سے تعرض نہ کیا۔ سامان سے لدے ہوئے چھ سو اونٹ ان کے

ہے لوگ دولت اور مزامیر بجانے ناچنے کودنے اس طرح گئے جیسے وہ دلی عزیز سے نہیں بلکہ جشن منانے جا رہے ہیں۔ تین سو چالیس (۳۴۰) برس پچاس دن ہیں اور یہ پچاس خود مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ سورۂ حشر کی مندرجہ ذیل آیتوں میں انہیں بنی نضیر کے اخراج کا ذکر ہے:

| | |
|---|---|
| هو الذی اخرج | وہ خدا سے برتر ہی تو ہے جس |
| الذین کفروا من | نے کفار اہل کتاب کو پہلے ہی |
| اهل الکتب من دیارهم | حشر یعنی اجتماع لشکر پر ان |
| لاول الحشر ط ما | کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ |
| ظننتم ان یخرجوا | مسلمانو! تم کو تو وہم و گمان بھی |
| وظنوا انهم | نہ تھا کہ وہ اپنے گھروں سے |
| مانعتهم حصونهم من | نکل جائیں گے اور وہ اس خیال میں |
| الله فاتهم الله من | مست تھے کہ اُن کے قلعے اُن |
| حیث لم یحتسبوا و | کو خدا کی پکڑ سے بچا لیں گے |
| قذف فی قلوبهم | تو جدھر سے اُن کو گمان بھی نہ |
| الرعب یخربون | تھا خدا (کے لشکر) نے ان کو |
| بیوتهم بایدیهم | آلیا اور ان کے دلوں میں مسلمانوں |
| وایدی المؤمنین | کی دھاک بٹھا دی کہ اپنے گھروں |
| فاعتبروا یا اولی | کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے |
| الابصار۔ ولو لا | ہاتھوں اجاڑنے لگے۔ سو اے |
| ان کتب الله | چشم بینا رکھنے والو! اس واقعے |
| علیهم الجلاء لعذبهم | سے عبرت پکڑو اور اگر خدا نے |
| فی الدنیا ولهم فی | جلاوطن ہونا ان کی تقدیر میں |
| الاخرة عذاب النار۔ | نہ لکھا ہوتا تو خدا انہیں (دوسری |

طرح) دنیا میں سزا دیتا اور آخرت میں تو انہیں دوزخ کا عذاب تو ہے ہی۔
(۵۹ : ۲-۳)

Marfat.com

یہ واقعہ ربیع الاول ۴ھ کا ہے۔ پھر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تمام یہودیوں کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ یہ دوسری جلاوطنیاں حشرِ اول اور حشرِ دوم کہلاتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے مسلمانو! ان کی شوکت اور سروسامان کو دیکھ کر تمہیں وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ کبھی اپنے گھروں سے نکلیں گے۔ وہ اپنے قلعوں کے استحکام پر ایسے مطمئن اور نازاں تھے کہ ان کے دل میں انتقامِ غیبی کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا۔

## بنی قُریظہ کی مسلسل بدعہدیاں

رب العالمین عزّ اسمہٗ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:

| | |
|---|---|
| الّذین | جن سے |
| عاھدت | آپ نے |
| منھم ثمّ ینقضون | صلح کا عہد و پیمان کیا۔ پھر اپنے |
| عھدھم فی کلّ | عہد و پیمان کو ہر مرتبہ توڑتے |
| مرّۃ وّ ھم لا | ہیں اور بدعہدی کے وبال سے |
| یتّقون ۝ فاما | نہیں ڈرتے تو اگر آپ لڑائی |
| تثقفنّھم فی الحرب | میں اُن لوگوں پر قابو پائیں تو |
| فشرّد بھم مّن | ان کو ایسی عبرت ناک سزا دیجیے |
| خلفھم لعلّھم | کہ جو لوگ ان کی پشت پناہ ہیں |
| یذّکّرون۔ | ان کی حالت دیکھ کر بھاگ کھڑے |
| | ہوں اور انھیں احساس ہو کہ نقضِ امن کا یہ |
| | وبال ہے۔ (۸ : ۵۶ - ۵۷) |

یہ آیت یہود بنی قُریظہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اوپر معلوم ہوا ہوگا، اُن سے بھی سیّد العرب والعجم صلعم کا معاہدہ تھا۔ بنی قُریظہ کی طرف سے عہد و پیمان تھا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں کسی کا ساتھ نہ دیں گے اور کسی کے مددگار نہ ہوں گے لیکن انھوں نے عہد شکنی کی۔ غزوۂ بدر میں ہتھیاروں سے دشمنانِ اسلام کی مدد کی۔

Marfat.com

[illegible] ملامت کی گئی تو کہنے لگے کہ ہم تو مذاق کر رہے تھے
بالکل سچ مچ نہیں تھے۔ یہ جو کچھ ہوا، سو ہو گیا۔ اس غدر داری پر دوبارہ عہد و پیمان
کیا۔ انھوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ آئندہ قطعاً دشمنانِ اسلام کو منہ نہ لگائیں گے۔
لیکن غزوۂ خندق میں از سرِ نو عداوتِ رسالت سے مل کر مسلمانوں سے لڑنے غزوۂ احزاب
میں انھوں نے دشمنانِ اسلام کی جو رفاقت کی اس کی تفصیل یہ ہے:۔

**بنی نضیر کے سردار** بنی نضیر کے جو یہودی مدینہ سے خارج البلاد ہو کر خیبر میں جا آباد ہوئے، ان میں حیی بن اخطب، سلام بن ابی عقیق اور کنانہ بن ربیع اپنی قوم کے معزز آدمی تھے۔ خیبر کے ان قبیلوں کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور ہر جماعت نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان کا اتنا اعزاز و اکرام ہوا کہ سب نے انھیں سردار قوم تسلیم کر لیا، لیکن اس عزت افزائی سے ان کے دل کی جلن کم نہ ہوئی۔ انھیں اپنی ذلت اور جلاوطنی کا بڑا صدمہ تھا۔ وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ چنانچہ یہاں پہنچ کر انھوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ یہ قبیلے مکہ معظمہ پہنچے اور رؤسائے قریش سے کہنے لگے کہ اگر تم ہمارا ساتھ دو تو مسلمانوں کا (خدانخواستہ) قلع قمع بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ قریش نے یہ رفاقت پر ہمہ تن آمادگی ظاہر کی۔

قریش کو آمادۂ پیکار کر کے یہ قبیلوں کے سلام قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان کے سامنے خیبر کے نصف محاصل کی رشوت پیش کر کے انھیں بھی تیار کیا۔ اس کے بعد قبائل بنی اسد، بنی سلیم اور بنی سعد کو گانٹھا۔ غرض تمام قبائل عرب سے ایک ایک لشکر گراں تیار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا۔ چونکہ بنی قریظہ نے سرورِ انبیاء صلعم سے معاہدہ کر رکھا تھا، وہ قبائل کے اس اتحاد میں شامل نہ ہوئے۔

لیکن حیی بن اخطب کو یہ کہاں گوارا تھا کہ وہ الگ تھلگ رہیں۔ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا، قلعے کا دروازہ بند تھا۔ حیی نے دربان کے ذریعے اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ کعب اس کا نام سن کر کہنے لگا: "یہ شوم بوالفضول اس

Marfat.com

غرض سے آیا ہو گا کہ محمد (صلعم) سے ہمارا جو معاہدہ ہے ہم اس
جواب دینا ضروری نہیں جب کوئی جواب نہ ملا تو دروازہ کھٹکھٹانے
زور سے چلانے لگا کہ کعب دروازہ کھلوا دو۔ کعب نے دروازہ کے
کہ تو بنی نضیر کو قعرِ ہلاکت میں ڈال دینے کے بعد اس لیے آیا ہے کہ اپنی شامت
ڈالے، ہم تو محمد (صلعم) سے کبھی نقضِ عہد نہیں کریں گے۔

اس کے جواب میں حیی نے کہلا بھیجا: میں تمہارے لیے واقعی عزت کا پیغام
لایا ہوں۔ اس وقت تمام اشرافِ قریش کنانہ غطفان بنی اسد، بنی سلیم بنی سعد
جمع ہیں اور سب عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ جب تک محمد (صلعم) اور ان کے اصحاب
کی (معاذ اللہ) بیخ کنی نہ کر لیں گے، پیچھے جانے کا نام نہ لیں گے۔ کعب نے
کہلا بھیجا کہ تو عزت نہیں بلکہ ذلت کا پیغام لایا ہے۔ چلا جا مجھے تجھ سے کوئی سروکار
نہیں۔ ابن اخطب بڑا گرگ باراں دیدہ تھا۔ اب اس نے دوسرا پہلو بدلا اور لجاجت
کہنے لگا کہ تو اس خیال سے دروازہ نہیں کھولتا کہ کہیں کھانا نہ کھلانا پڑے۔
کعب تو بڑا فیاض تھا، یہ بخل کا شیوہ کعب نے اختیار کیا ہے؟ چونکہ عرب
میں بخل سخت سے بڑھ کر اور کوئی برائی نہ تھی، کعب پر یہ طعن بہت شاق گزرا۔
مجبور ہو کر دروازہ کھلوا دیا اور اس کی ضیافت کرنی پڑی۔

## حیی بن اخطب کی تجویز

اب مزید سلسلۂ گفتگو شروع ہوا۔ حیی نے کہا: مسلمان
دین موسوی کے دشمن ہیں، دینِ حق کو صفحۂ ہستی سے
مٹا دینا چاہتے ہیں، اس لیے میں نے فوجوں کا دریا بے کنار مسلمانوں پر حملہ کرنے کے
لیے تیار کیا ہے، اس وقت قریش اور سارا عرب امنڈ آیا ہے۔ تم بھی ساتھ دو تو
محمد (صلعم) اور ان کے پیروؤں کو صفحۂ عالم سے محو کر دیں۔ دیکھو! یہ موقع ہاتھ سے
دینے کا نہیں۔ کعب نے جواب دیا: "میں نے محمد (صلعم) کو ہمیشہ صادق القول و
صادق الوعد پایا ہے۔ ان سے ہمارا معاہدہ ہے۔ پھر یہ بھی تو سوچو کہ اگر قریش
اور دوسرے غطفانی نے ہزیمت کھا کر مراجعت کی تو محمد (صلعم) ہم سے

کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے کیونکہ ان کے نزدیک بدعہدی سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔"
ابن خطب نے کہا: "خدا کا نام لو، ایسا کیوں ہونے لگا۔ سارے عرب کے مقابلے میں
مٹھی بھر جماعت کی کیا حقیقت ہے اور اگر بفرض محال ایسا ہو بھی تو میں ہر طرح تمہارا شریک
حال ہوں۔

غرض حیی نے کعب کو ایسے ایسے سبز باغ دکھائے کہ وہ عہد شکنی پر راضی ہو گیا اور
عہدنامہ منگوا کر چاک کر ڈالا۔ ابن خطب یہاں سے فائز المرام ہو کر مجمع اشراف میں پہنچا
اور بنی قریظہ کے نقض عہد کا مژدہ سنا کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بڑی خوشیاں منائی
گئیں۔ جب یہ خبر حضرت سید الانام علیہ السلام کے سمع مبارک میں پہنچی تو آپ نے حضرت زبیر
بن عوام رضی اللہ عنہ کو تحقیق احوال کے لیے روانہ فرمایا۔ انھوں نے واپس آ کر عرض کی کہ بنی قریظہ
لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں اور بکثرت سامان حرب اور مال مویشی جمع کیے ہیں۔

## سرداران اوس کی سعی تفہیم

یہ سن کر آپ نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد
بن معاذ رضی اللہ عنہ، قبیلہ خزرج کے رئیس اعظم سعد بن
عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا کہ تم
جا کر... کر انھیں سمجھاؤ، بدعہدی سے باز رہیں۔ اور یہ بھی سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے واقعی
معاہدہ توڑ دیا ہے تو واپس آ کر لوگوں کے سامنے صاف لفظوں میں اس کا اظہار نہ
کریں تاکہ مسلمانوں میں بددلی نہ پھیلے۔ یہ چاروں حضرات وہاں پہنچے تو کعب بن اسد نے صریح لفظی سے
ملفوظات کر کے اسے الفاظ معاہدہ کی تلقین کی لیکن اس پر حیی کا جادو چل چکا تھا کچھ اثر نہ ہوا۔ انھوں نے
افہام و تفہیم کا جو حق تھا ادا کیا اور کہا کہ عہد شکنی کا انجام تمہاری تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہ
ہوگا۔ وہ بولے "ہا محمد (صلعم) سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا، بلکہ ہم اس شخص کو جانتے تک نہیں، وہ کون ہے"
غرض یہ حضرات ناکام واپس گئے اور بنی قریظہ نے متحدہ قبائل کے ٹڈی دل میں شامل ہو کر ان کی جمعیت میں اور اضافہ کر دیا۔

## دشمنوں کا خوفناک حملہ

اب سارے عرب کی متحدہ فوجوں نے جن کا اندازہ دس
ہزار سے چوبیس ہزار تک کیا گیا ہے، مدینہ کے تین
طرف اس زور سے حملہ کیا کہ دار الہجرت میں زلزلہ آ گیا۔ مدینہ میں مہاجرین اور انصار

Marfat.com

کے چھوٹے بڑوں کی تعداد تین ہزار سے متجاوز تھی۔ اس جنگ کو غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کہتے ہیں۔ گو بیرونی دشمنوں کی تعداد بہت کثیر تھی اور وہ ہر وقت تلوار سے حملے کر رہے تھے، مگر ان سے بھی زیادہ خطرناک گھر کے بھیدی بنی قریظہ تھے۔ ان کی آبادی شہر کے جنوب میں دو اڑھائی میل کے فاصلے پر تھی۔ چونکہ یہ لوگ مسلمانوں کی پشت پر تھے، اس لیے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ نہ معلوم کب یہ پشت کی طرف سے حملہ کر دیں۔ نبی صلعم نے تمام مسلمان عورتوں اور بچوں کو بخیال حفاظت اسی طرف ایک گڑھی میں بھیج دیا تھا جو بنی قریظہ کی آبادی کے قریب تھی۔

بنی قریظہ نے ازراہ شقاوت اس پر تاخت کرنے کی تجویز کی اور اس تجویز کو لباس عمل پہنانے سے پہلے ایک ہوشیار آدمی کو یہ تحقیق کرنے کے لیے بھیجا کہ کس طرف سے حملہ کرنا زیادہ موزوں رہے گا۔ ان مستورات میں خلاصۂ کائنات حضرت رسول اکرم صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضؓ بنت عبدالمطلب بھی تھیں۔ انھوں نے اس یہودی کو مشتبہ حالت میں چکر لگاتے دیکھا تو اپنے محافظ حضرت حسان رضؓ بن ثابت (مشہور شاعر) سے فرمایا: "دیکھتے کیا ہو، اتر کر اس یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دو ورنہ یہ واپس جا کر یہودیوں کو ہم پر چڑھا لائے گا۔" لیکن انھوں نے کچھ لیت ولعل کی تو انھیں خود ہی یہ فرض ادا کرنا پڑا۔ انھوں نے خیموں کا ایک بانس اکھاڑا۔ اچانک اس کے سر پر پہنچیں اور اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ یہودی وہیں چت ہو گیا۔ پھر اس کی لاش گھسیٹ کر دیوار پر سے یہودی آبادی کی طرف پھینک دی۔ بنی قریظہ نے لاش دیکھ کر خیال کیا کہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے خاصی فوج موجود ہے اور اس طرح وہ خوف زدہ ہو کر اپنے خطرناک ارادے سے باز رہے۔

ایک مرتبہ بنی قریظہ نے شہر پر شبخون مارنے کا قصد کیا اور اس کام میں قریش حملہ آوروں سے بھی مدد مانگی۔ معجزۂ نبوت صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضؓ کو تین سو جوان دے کر اور حضرت سلمہ بن اسلم اوسی عبدی رضؓ

کو دو سو کی جمعیت کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ یہ دیکھ کر یہودی غدّاروں کو اپنے عزم فاسد کی تکمیل کا حوصلہ نہ ہوا۔

**قبائل عرب کا فرار** قبائل عرب کی متحدہ فوجیں بیس بائیس دن کے بعد محاصرہ اٹھا کر بھاگ گئیں اور بنی قریظہ پیچھے رہ گئے، جن سے نمٹنا باقی تھا۔ غزوۂ خندق سے فراغت پانے کے بعد رسولِ اکرم صلعم گھر تشریف لائے اور غسل کیا۔ اتنے میں حضرت جبریلؑ آئے اور فی الفور بنی قریظہ کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے کہا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن اُمّ کلثوم رضؓ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما کر بنی قریظہ کا قصد کیا اور حکم دیا کہ تمام مسلمان فی الفور تیار ہو جائیں۔ آپ گھوڑے پہ سوار ہوئے اور صحابۂ کرام رضؓ کو ساتھ لیے تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ گئے اور جاتے ہی بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ اب قریظیوں کا سردار کعب بن اسد اپنی حماقت پر بہت کچھ دستِ افسوس ملتا اور پچتا رہا تھا لیکن اب پچتانے سے کیا ہو سکتا تھا۔

**بنی قریظہ کے مشورے** بنی قریظہ پچیس دن مسلسل محاصرے کے بعد گھبرا اُٹھے اور عالم اضطراب میں باہم مشورے کرنے لگے کہ اب صلاح کار کیا ہے؟ کعب بن اسد اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے بولا کہ میں تمہارے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ اوّل اس پیغمبر کی حقیقت از روئے تورات تم پر ظاہر ہو چکی ہے۔ ہم لوگ محض ضد اور ہٹ کر کے برسرِ مخالفت ہیں۔ لہٰذا پہلی تجویز یہ ہے کہ ہم محمد (صلعم) کی پیروی اختیار کریں۔ قریظیوں نے اس سے انکار کیا اور کہا: "ہم تورات چھوڑ کر کسی اور کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔"

کعب نے کہا: اگر یہ گوارا نہیں تو دوسری تجویز یہ ہے کہ ہم اپنے اہل و عیال کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالیں کیونکہ ہم سب یقیناً موت کے گھاٹ اُتار دیے جائیں گے۔ ہماری موت کے بعد ہمارے بال بچے لونڈی غلام بن کر ذلیل نہ ہوں اور

Marfat.com

تلواریں سونت کر باہر نکل پڑیں۔ پھر جو فیصلہ خدا ہمارے اور محمد (صلعم) کے درمیان کردے۔ اگر ہلاک ہوگئے تو یہ غم تو نہ ہوگا کہ ہائے ہمارے پیچھے ہمارے اہل عیال کا کیا حشر ہوگا اور اگر فتح پا گئے تو اولاد اور بیویاں پھر مل جائیں گی۔" انھوں نے جواب دیا: "اگر ان جرم ناآشناؤں کو ناحق نہنگ شمشیر کے حوالے کر دیں تو ان کے بعد زندگی میں کیا لطف رہ جائے گا؟" اب کعب بولا: "تیسری تجویز یہ ہے کہ کل سبت (ہفتہ) ہماری تعطیل کا دن ہے۔ مسلمان ہماری طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف ہوں گے، کل غفلت میں اُن پر ٹوٹ پڑو اور ان کی جمعیت کو تباہ کر دو۔"

لیکن اعیانِ بنی قریظہ نے کہ یحییٰ بن اخطب بھی انھیں میں شامل تھا، تیسری تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ کعب نے چل کر کہا: "تم میں سے کسی کی عقل ٹھکانے نہیں رہی ہے جو چاہو کرو، اب تمھاری نجات اور رستگاری کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔" اب یہود نے سرورِ انبیاء صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ ابولبابہ بن منذر کو ہمارے پاس بھیج دیجیے تاکہ ہم سے ملے، کچھ مشورہ کریں۔ حضرت ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر انصاری رضؓ قبلِ اسلام سے پہلے بنی قُریظہ کے حلیف تھے۔ آنحضرت صلعم نے ابولبابہ رضؓ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے بنی قُریظہ سے کہا: "رسول خدا صلعم کے حکم کی تعمیل کے سوا تمھارے لیے کوئی چارۂ کار نہیں۔"

بنی قُریظہ اہل مدینہ کے قبولِ اسلام سے پہلے قبیلۂ اُوس کے حلیف و ہم عہد تھے۔ ہجرت سے چند سال پہلے اُوس اور خزرج کی جو خوفناک جنگ ہوئی تھی اور جو جنگ بعاث کے نام سے مشہور ہے، اُس میں بنی قریظہ اُوس کی طرف سے خزرج کے خلاف معرکہ آرا ہوئے تھے۔ اس بناء بنی قُریظہ نے سرورِ کائنات صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے متعلق سعد بن مُعاذ جو فیصلہ کریں منظور ہے۔ حضرت سعد بن مُعاذ رضؓ قبیلۂ اُوس کے رئیسِ اعظم تھے اور انھیں یقین تھا کہ سعد ہم سے نرمی کا برتاؤ کریں گے۔ آپ نے یہ شرط قبول کر لی اور انھیں حکم دیا کہ سب باہر نکل آؤ۔

Marfat.com

کسی کے پاس ہتھیار نہ ہو وہ عالم سراسیمگی و اضطراب میں قلعے سے نکل آئے۔
آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضؓ اور چند دوسرے حضرات کو حکم دیا کہ ان سب کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد نبی صلعم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ سے، جو مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے یہود کے اعلم العلماء مانے جاتے تھے، فرمایا: "ان کا مال اسباب نکلوا کر انھیں ایک جگہ جمع کیجیے اور اس کی فہرست مرتب کیجیے"۔ اس حکم کی بھی تعمیل ہوئی۔

## نوجوانانِ اَوس کی التماس

اب قبیلہ اَوس کے چند نوجوانوں نے پیش گاہ نبوی صلعم میں التماس کی: "یا رسول اللہ! جس طرح آپ نے یہود بنی قینقاع خزرج کو بخشے تھے، اور ان کی جرم بخشی فرما دی تھی، اسی طرح آپ بنی قُریظہ ہمیں بخش دیجیے"۔ آپ نے فرمایا: "بنی قریظہ نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ ان کے حق میں سعد بن معاذ رضؓ سے فیصلہ کرایا جائے اور یہ کہ جو فیصلہ وہ کریں گے، وہ انھیں منظور ہوگا۔ اگر میں بھی تمھارے سردار سعد بن معاذ رضؓ ہی کو حکم ٹھہراؤں تو کیا ان کا فیصلہ پسند کرو گے؟" اَوسیوں نے کہا: "ہاں، یا رسول اللہ! وہ جو فیصلہ کریں، سب کے لیے قابلِ قبول ہوگا"۔ آپ نے حکم دیا کہ بنی قُریظہ کے متعلق سعد بن مُعاذ رضؓ جو فیصلہ صادر کریں، اسی پر عمل کیا جائے۔

حضرت سعد بن مُعاذ رضؓ خود خندق میں زخمی ہو گئے تھے اور اب تک زخمی پڑے تھے۔ انھیں طلب کیا گیا۔ اَوسی نوجوان ان کے استقبال کے لیے گئے اور راستے میں ان سے کہنے لگے کہ رسول خدا نے بنی قُریظہ کے بارے میں آپ کو ثالث مقرر فرمایا ہے۔ یہ لوگ ہمارے پرانے حلیف ہیں۔ حرب بعاث میں اور دوسرے مواقع پر ہمیشہ ہمارے معاون رہے ہیں، اس لیے ہماری خواہش ہے کہ جس طرح عبداللہ بن اُبی خزرجی نے رسول خدا کی منت سماجت کر کے ان کی جرم بخشی کرائی

Marfat.com

تھی، اس طرح آپ بنی قریظہ کی جان بخشی کرا دیں۔" حضرت سعدؓ ان کی باتیں سنتے چلے گئے لیکن کسی بات کا جواب نہ دیا۔ جب انھوں نے اپنی بات پر بہت زیادہ اصرار کیا تو کہنے لگے: "یہ وقت ایسا نہیں کہ میں خدا کی راہ میں ملامت کی پروا کروں۔" یہ سن کر اوسی نوجوانوں کو یقین ہو گیا کہ سعدؓ یقیناً ان کے قتل کا فیصلہ صادر کریں گے۔"

## حضرت سعدؓ کا فیصلہ

حضرت سعدؓ مجلسِ نبوی صلعم میں حاضر ہوئے۔ بنی اوس نے انھیں نہایت احترام اور توقیر سے اتارا۔ اب قبیلۂ اوس کے بعض معمر و معتقد حضرات نے حضرت سعدؓ سے کہا: "رسولِ خدا صلعم نے قریظیوں کا قضیہ فیصل کرنے کے لیے آپ کو حَکَم مقرر فرمایا ہے، اس لیے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیں۔" حضرت سعدؓ اپنی قوم کی طرف خطاب کر کے کہنے لگے: "کیا تم لوگ میرا فیصلہ منظور کرو گے؟" سب نے کہا: "ہم منظور کریں گے۔" اس کے بعد حضرت سعدؓ نے بنی قریظہ اور رسولِ خدا سے اقرار لیا کہ وہ جو بھی فیصلہ صادر کریں، فریقین کو منظور ہو گا۔

اس کے بعد انھوں نے اس حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ رسولِ خدا صلعم کے سامنے جب بھی کسی یہودی کا مقدمہ پیش ہوتا تو آپ تورات کے مطابق فیصلہ فرماتے اور یہ دیکھ کر کہ قریظیوں کی مسلسل غدّاریاں اس قابل نہیں کہ کوئی معمولی سزا ان کے جرائم کی تلافی کر سکے، تورات کے رُو سے ان کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہا۔ تورات میں لکھا ہے:-

"اگر وہ شہر تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو اُس کا سارا لوٹ اپنے لیے لے۔" (بائبل کتاب استثنا باب ۲۰ آیت ۱۲-۱۵)

تورات کی اس تعلیم کے بموجب حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے سب بالغ مرد، جو ان غدّاریوں اور بدعہدیوں کے ذمہ دار ہیں، قتل کر دیے جائیں،

Marfat.com

ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنالیے جائیں اور اموال غنیمت میں محسوب ہوکر اسلامی لشکر میں تقسیم کردیے جائیں۔ ان کا مال اسباب غازیوں میں تقسیم کردیا جائے۔"
یہ فیصلہ سُن کر سرور دو جہان صلعم نے فرمایا: "یہ فیصلہ عین منشائے خداوندی کے مطابق ہوا ہے۔" اب اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ ڈیڑھ ہزار قبضہ شمشیر اور ہزار نیزے تیس سو زرہیں، پانسو ڈھالیں اڑھائی ہزار اونٹ اور دیگر مال اسباب غازیوں میں تقسیم ہوا۔

(یہ مندرجات سیرۃ ابن ہشام، بخاری، مسلم، مدارج النبوت وغیرہ کتب سے ماخوذ ہیں۔)

Marfat.com

## بیالیسواں باب

# دریوزہ گری

عادت سوال اور گداگری میں بہت سی دینی اور دنیوی مضرتیں ہیں۔ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کرنا اور چہرے پر بے غیرتی کا داغ لگانا ہے۔ مصلحِ عالم صلعم پر مسلمان کی عادت گدائی بڑی شاق تھی اور آپ مختلف پیرایوں میں اپنے جاں نثاروں کو اس عادتِ قبیحہ سے باز رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلۂ تعلیمات میں آپ نے فرمایا:

"کسی سے مانگنا اپنے منہ کو زخم لگانا ہے۔ ایسی حالت میں جس کا جی چاہے اپنی آبرو باقی رکھے اور جس کا جی چاہے، حیا چھوڑ دے۔ (ابوداؤد) اور فرمایا: "مجھے اُسی ذات برتر کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم رسّی سے لکڑی کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لادو اور بازار میں فروخت کرو تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ کسی مالدار کے پاس جاکر اس کے سامنے دستِ سوال پھیلاؤ" (موطائے مالک و صحیح بخاری)

فرمایا: "جو شخص اپنے اوپر سوال و درخواست کا دروازہ کھولتا ہے خدا غنی اس کے لیے فقر اور احتیاج کے دروازے کھول دیتا ہے" (ترمذی) اور فرمایا "جو شخص سرمایہ جمع کرنے کے لیے بھیک مانگتا ہے، وہ بلا شبہ آگ کا انگارا مانگتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کم مانگے یا زیادہ فراہم کرسکے" (صحیح مسلم) اور فرمایا: "جو کوئی مستغنی ہونے کے باوجود سوال کرتا ہے وہ اپنے لیے جہنم کی آگ تیز کرتا ہے" (ابوداؤد) اور آپ نے سوال سے پرہیز کرنے کی تاکید میں یہ بھی فرمایا "اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نچلا مانگنے والا ہاتھ ہے" (بخاری و مسلم)

فرمایا: "جو شخص عادتاً لوگوں سے مانگتا ہے، وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں حاضر کیا جائے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔" (بخاری و مسلم) یعنی بھیک مانگنے والا قیامت میں نہایت ذلیل ہوگا یا فی الحقیقت اس کا یہی حال ہوگا کہ اصلاً اس کے چہرے پر ماس نہ ہوگا۔ قیامت کے دن اسے گدائی کی یہ سزا ملے گی یا اس کا چہرہ اس غرض سے بے گوشت کے ہوگا کہ لوگ اسے معاً پہچان لیں، یہ شخص دنیا میں لوگوں سے سوال کیا کرتا تھا۔ اس پر سخت ذلت اور رسوائی اس کے شامل حال رہے گی۔ چونکہ اس نے بذات خود لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنے نفس کو ذلیل کر ڈالا تھا اور اپنی آبرو کھو دی تھی، اس لیے خدائے عزیز اسے آخرت میں اس طرح ذلیل کرے گا اور ظاہر ہے کہ آخرت کی رسوائی دنیا کی بے عزتی کے مقابلے میں سخت عذاب ہوتی ہے۔

افسوس ہے کہ عہد حاضر میں بہت سے لوگوں نے کسب حلال چھوڑ کر گدائی کو پیشہ ہی بنا لیا ہے اور وہ آخرت کی رسوائی کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگا کرتے تھے: "الٰہی! جیسا کہ تو نے اپنی رحمت سے میرے منہ کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے بچایا ہے، اسی طرح میرے منہ کو غیر اللہ سے سوال کرنے سے بچا۔"

## کملی اور پیالے کا نیلام

باوجودیکہ شفیقِ انام صلعم کی عطا و بخشش کا ابرِ رحمت ہر وقت برس رہا تھا لیکن اگر آپ کسی جوان تندرست کو مانگتا دیکھتے تو آپ پر سخت گراں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مسکین و نادار انصاری نے آستانِ نبوت پر حاضر ہو کر آپ سے سوال کیا۔ آپ نے پوچھا: "تمہارے گھر میں کوئی چیز موجود ہے؟" بولے: "ہاں، ایک موٹی کملی ہے، جس کا ایک حصہ تہ بچھاتا ہوں اور دوسرا حصہ اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے، جس میں پانی پیتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔" وہ لے آئے۔

اب آپ نے دونوں چیزیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: "دونوں چیزیں کون خریدتا

Marfat.com

ہے؟" ایک شخص بولا: "میں دونوں چیزیں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔" اس کے بعد آپ نے دو یا تین دفعہ فرمایا: "ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟" ایک آدمی نے کہا: "میں دونوں چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں۔" آپ نے دونوں چیزیں اسے دے دیں اور دو درہم لے کر انصاری کے حوالے کیے۔ ساتھ ہی فرمایا: "ایک درہم کی غذا خرید کر اپنے گھر میں پہنچا دو اور دوسرے درہم سے ایک تیشہ خرید لاؤ۔" جب تیشہ آیا تو آپ نے اس میں اپنے ہاتھ سے لکڑی کا ایک مضبوط دستہ ٹھونک دیا۔ اس کے بعد فرمایا: "اب تم جنگل جا کر لکڑیاں لے آؤ اور بیچو۔" اس کے بعد فرمایا: "پندرہ دن تک میں تمہیں نہ دیکھوں۔"

پندرہ روز کے بعد جب وہ انصاری دوبارہ آستانِ نبوت پر حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم جمع ہو چکے تھے۔ اب انھوں نے چند درہموں کا کپڑا خریدا اور کچھ درہم اناج کی خریداری میں خرچ کیے۔ رحمتِ عالم صلعم نے ان سے فرمایا: "یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت کے دن چہرے پر گدائی کا داغ لے کر جاتے؟"
(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

## ترکِ سوال کا عزمِ صمیم

حکیم بن حزام صحابی رضؓ اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضؓ کے برادر زادہ تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی صلعم سے کچھ مانگا اور آپ نے مجھے دیا۔ پھر مانگا، پھر دیا، لیکن ساتھ ہی مجھ سے فرمایا: "اے حکیم! یہ مال سرسبز اور شیریں چیز ہے۔ جس نے نفس کی بے پروائی سے اسے لیا، اس کے لیے اس میں برکت کی جاتی ہے اور جو اسے طمعِ نفس سے حاصل کرتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت نہیں کی جاتی اور وہ اُس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کھاتا ہے، مگر آسودہ نہیں ہوتا۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

یہ اخلاقی نصیحت سُن کر حضرت حکیم رضؓ نے آئندہ کے لیے ترکِ سوال کا عزم مصمم کر لیا اور بارگاہِ نبوی صلعم میں عرض پیرا ہوئے: "یا رسول اللہ! خدا کی قسم!

اب میں آئندہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا" چنانچہ رسولِ خدا کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ انھیں بلا کر عطیہ دینا چاہا، لیکن انھوں نے لینے سے انکار کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ نے انھیں عطیہ دینے کے لیے بلا بھیجا لیکن انھوں نے پھر بھی انکار ہی کیے رکھا۔ پھر بقیۃ العمر ان کی حالت یہ رہی کہ کسی سے کوئی چیز نہ لی۔ (بخاری و مسلم)

**گرا ہوا کوڑا سواری سے اتر کر اٹھانا**

اپنے محدود وسائل پر انحصار رکھ کر بسر اوقات کرنا، دوسروں سے توقع نہ رکھنا اور کسی انتہائی مجبوری کے بغیر قرض سے دامن کش رہنا بھی عالی حوصلگی کی دلیل اور تقویٰ شعاری کا ایک اہم مجزو ہے۔ مروی ہے کہ آٹھ نو آدمیوں نے ہادیٔ انام صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی جن امور پر بیعت کی گئی ان میں سے ایک یہ تھا کہ کسی سے کوئی سوال نہیں کریں گے اس کے بعد صحابہ کرام رضؓ کی حالت یہ ہو گئی کہ اگر کسی کا کوڑا زمین پر گر پڑتا تھا تو وہ کسی سے یہ بھی درخواست نہ کرتا کہ میرا کوڑا اٹھا دو۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ حضور سرورِ دو جہاں صلعم نے فرمایا: "جو شخص میری ایک بات قبول کرے، میں اس کی جنت کا ضامن ہوتا ہوں" آپ کے مولیٰ (محررت یافتہ غلام) حضرت ثوبان رضؓ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! حضورؐ کا فرمان میرے سر آنکھوں پر۔ حضورؐ مجھے حکم دیں، میں ہزار جان سے اس کی تعمیل کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "کبھی کسی سے کچھ نہ مانگنا۔" اس کے بعد حضرت ثوبان رضؓ کا حال یہ تھا کہ اگر گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہوتے اور ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تو پیدل چلنے والوں سے اتنا نہ کہتے کہ میرا کوڑا اٹھا دو بلکہ خود اتر کر اٹھاتے۔ (ابن ماجہ)

اس طرح حضرت صدیقِ اکبر رضؓ ناقہ پر سوار ہوتے تھے اور کبھی ہاتھ سے لگام گر جاتی تھی تو اونٹنی کو بٹھا کر اتر پڑتے تھے۔ لوگ عرض کرتے کہ آپ نے ہم سے کہا ہوتا تو ہم اٹھا دیتے تو فرماتے کہ: "میرے حبیب رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ کسی سے کچھ نہ مانگو۔" (مسند امام احمد جلد اوّل ص ۱۱)

**استغناء کی فضیلت** گو اس قسم کے سوال میں کوئی مضائقہ نہیں کہ سوار پیدل

چلنے والے سے کوئی اٹھا دینے کی درخواست کرے لیکن تربیت یافتہ اصلعم کی شان بہت ارفع تھی۔ وہ ادنیٰ سوال و استعانت سے بھی احتراز کرتے تھے اور انھوں نے اپنی ہر ضرورت میں خدائے ناصر و معین کی نصرت بخشی پر بھروسا کر رکھا تھا۔

استغناء کی فضیلت حامل نبوت صلعم کی لسان وحی سے سنیئے آپ نے فرمایا:
"جو شخص سوال سے بچتا ہے، حق تعالیٰ اسے استغناء کی توفیق ارزانی فرماتا ہے اور جو شخص استغناء کو معمول بناتا ہے، خدا اسے لوگوں سے بے پروا کر دیتا ہے اور جو صبر چاہے، خدا کے معین اسے دولت صبر سے نوازتا ہے اور کوئی عطا و بخشش صبر و شکیب سے بہتر اور وسیع نہیں۔" (بخاری و مسلم)

لیکن اگر کبھی کوئی چیز حرص اور سوال کے بغیر کہیں سے مل جائے تو اس کا لے لینا استغناء کے منافی نہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے حضرت عمرؓ کو عطیہ دینا چاہا تو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو شخص مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند ہو اسے مرحمت فرمایئے۔ لیکن آپ نے فرمایا: "اسے لے لو اگر اس کے ذریعے سے آسودگی اور موقع الحالی کی خواہش کرو تو اسے اپنے پاس رکھو، ورنہ صدقہ کر دو تمھیں ہر طرح اختیار ہے اور یاد رکھو کہ جو مال تمھیں حرص اور سوال کے بغیر مل جائے، اسے لے لو اور جو نہ ملے اس کے پیچھے نہ پڑو۔" (بخاری و مسلم) اس ارشاد نبوی صلعم کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی سے کسی چیز کے طالب نہ ہوتے تھے لیکن اگر کوئی چیز مل جاتی تھی تو اسے واپس بھی نہ کرتے تھے (صحیح مسلم)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو مال کہیں سے بدون توقع اور بغیر حرص و سوال کے ملے وہ حلال ہے اور اگر زبان سے صاف لفظوں میں سوال کیا، یا دل میں تاک لگائی اور اس کی طرف خیال لگا کر باطنی سوال کیا تو وہ مال حلال طیب نہیں۔

## چمٹ کر مانگنے والے

نبی صلعم نے فرمایا: "جو کوئی چمٹ کر مجھ سے مانگے اور میں ناگواری سے کچھ دوں تو وہ بے برکت ہوگا۔" (صحیح مسلم) علماء نے لکھا ہے کہ سخی و قانع کے مال میں خدا برکت دیتا ہے اور وہ آسودہ رہتا ہے حریص کے مال میں برکت نہیں رکتا ہی اسے ملے اس کا پیٹ نہیں بھرتا

Marfat.com

اور اس کی حالت جوع الکلب کے مریض کی سی ہے کہ کتنا ہی کھائے، وہ آسودہ نہیں ہوتا۔ امام غزالی رقم فرماتے ہیں: "جو کوئی کسی سے کچھ مال حاصل کرے اور لینے والا جانتا ہو کہ معطی نے جو مجھے یہ چیز دی تو وہ محض میری یا اہل مجلس کی شرم کے سبب سے دی تو لینے والے پر بالاجماع یہ مال حرام ہے۔ وہ مال دینے والے یا اس کے وارثوں کو واپس دے گا۔

**سوال کا حلال اور حرام ہونا**

جوان اور تندرست کے لیے بغیر کسی انتہائی مجبوری کے سوال کرنا حرام ہے۔ مروی ہے کہ سرور انبیاء صلعم جب حجۃ الوداع کے ایام میں مکہ معظمہ تشریف لائے اور مستحقین میں مال زکوٰۃ تقسیم فرمانا شروع کیا تو ایسے دو آدمیوں نے بھی آپ سے مانگنا شروع کیا جو اچھے جوان اور تندرست تھے۔ آپ نے سر مبارک اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ پھر آنکھیں جھکا لیں۔ ..... آپ نے فرمایا: "تم صدقے کے خواہش مند ہو، لیکن اس میں ایسے شخص کا کوئی حصہ نہیں، جو خود صاحب نصاب ہو یا جوان اور قوی ہو۔ سخت مشقت کر سکتا ہو اور کما کر کھا سکتا ہو۔" (ابوداؤد)

جو شخص قرض میں بری طرح دبا ہوا ہو اور ادائے قرض کے وسائل مہیا نہ ہوں یا انقلاب زمانہ نے پامال کر کے اس کی حالت زبوں کر دی ہو، اس کے لیے سوال جائز ہے۔ چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا: "غنی اور صحیح الاعضا مضبوط آدمی کے لیے سوال حلال نہیں اور اگر کسی کو انتہائی احتیاج نے خستہ حال کر دیا ہو یا کوئی مقروض ہو اور قرض رکھتا ہو تو اس کے لیے حلال ہے۔" (ترمذی) اور فرمایا: "سلطان سے مانگنے میں مضائقہ نہیں یا ایسی حالت میں کہ فاقے اور تنگدستی نے مضطر کر رکھا ہو۔" (ابوداؤد)

ضامن اور مصیبت زدہ کو بھی سوال و استعانت کی اجازت ہے۔ چنانچہ قبیصہ بن مخارق ہلالی کا بیان ہے کہ میں کسی کے قرض کا ضامن ہوا تھا اور جو نکہ مدیون نے ادائے قرض پر قدرت نہ پائی، اس لیے ادائے قرض کا بوجھ مجھ پر آ پڑا لیکن اس وقت میری اپنی حالت کمزور تھی، اس لیے میں نبی صلعم سے طالب امداد ہوا۔ آپ نے

فرمایا: "تم انتظار کرو۔ جب مال زکوٰۃ آئے گا تو تمہاری امداد کا حکم دوں گا۔" اس کے بعد فرمایا: "اے قبیصہ! تین اشخاص کے سوا استعانت صحیح نہیں۔ ایک وہ شخص جسے ضمانت میں رقم ادا کرنی پڑے۔ اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ اس بارے سبکدوش ہو۔ دوسرا وہ شخص جس کا سرمایہ کسی مصیبت میں تباہ ہو گیا ہو، اسے بھی سوال درست ہے، یہاں تک کہ احتیاج دور ہو اور تیسرا وہ شخص کہ فاقہ کشی میں مبتلا ہو اور تین عاقل شہادت دیں کہ فلاں شخص فاقے میں مبتلا ہے، اسے بھی سوال حلال ہے یہاں تک کہ اس کی احتیاج دور ہو۔" اس کے بعد فرمایا: "اے قبیصہ! جو شخص ان تین صورتوں کے سوا مانگ کر کچھ حاصل کرتا ہے، وہ حرام کھاتا ہے۔"
(صحیح مسلم)

علماء نے لکھا ہے کہ فاقہ کشی کی شہادت میں تین آدمیوں کی شرط احتیاط اور سچائی کے اعتبار سے ہے، ورنہ لازمی شرط نہیں۔

جس کے پاس دو وقت کی خوراک کا انتظام ہو اس کے لیے بھی سوال حلال نہیں۔ چنانچہ نبی صلعم سے دریافت کیا گیا کہ اس غنا کی کیا حد ہے جس میں سوال کرنا جائز نہیں؟ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: "وہ غنا صبح اور شام کا کھانا ہے۔" لیکن راوی کو شک ہے کہ آپ نے صبح اور شام فرمایا تھا یا صبح یا شام (ابوداؤد) یعنی دونوں وقت کا کھانا مہیا ہونے کی صورت میں آپ نے سوال کو ناجائز بتایا یا ایک وقت کا کھانا موجود ہونے کی صورت میں بھی آپ نے ناروا بتایا۔

جو شخص چالیس درم رکھتا ہو یا اتنی قیمت کی کسی چیز یا چیزوں کا مالک ہو، اسے بھی سوال ممنوع ہے۔ چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا: "جس کے پاس چالیس درم یا اتنی قیمت کا اثاثہ ہو اور وہ مانگنے لگے تو وہ ان لوگوں میں داخل ہے جو ناحق مانگ کر لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔" (مشکوٰۃ بحوالہ مالک، ابوداؤد و نسائی)

شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں رقم طراز ہیں کہ وہ تونگری جو سوال سے مانع ہے، اس کی مقدار چالیس یا پچاس درم ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ جس کے پاس

Marfat.com

صبح و شام کا کھانا ہو، وہ غنی ہے۔ سو یہ حدیثیں کچھ متعارض نہیں کیونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہیں اور ہر ایک کا ایک پیشہ ہے جسے وہ چھوڑ نہیں سکتا۔ لہٰذا حرفت والا جب تک اپنے حرفے کو آلات نہ پائے، وہ معذور ہے، اسے سوال درست ہے اور کاشت کار جب تک کھیتی کا سامان نہ پائے، وہ معذور ہے۔ اسی طرح تجارت پیشہ کو جب تک سرمایہ فراہم نہ ہو، وہ معذور ہے اور جو سپاہی و ملازمت پیشہ ہو، اس کا معیار ہے کہ اس کے پاس چالیس پچاس درہم ہوں اور جو مزدور کا مزدعہ ہو جیسے باندی یا لکڑیاں بیچنے والا تو اس کی حرمتِ سوال کا پیمانہ یہ ہے کہ اس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو۔

**صدقے کے حقیقی مستحق**

آج کل ہزاروں لاکھوں انسانوں نے بے غیرتی کا لباس پہن کر دریوزہ گری کو ایک مستقل پیشہ بنا رکھا ہے۔ یہ لوگ مسکین اور قابلِ امداد نہیں کیونکہ ان بھکاریوں میں اکثر افراد غنی اور صاحبِ نصاب ہوتے ہیں بلکہ مسکین فی الحقیقت وہ نادار اور مفلوک الحال ہیں، جو کسی سے سوال نہیں کرتے چنانچہ سرورِ کون و مکان صلعم نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو در بدر پھرتے ہیں کہیں سے ایک کھجور، کہیں سے دو کھجور، کہیں سے ایک لقمہ، کہیں سے دو لقمے پاتے ہیں بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتا اور نہ لوگ اس کا حال جانتے ہیں جو اسے کچھ دیں" (ابوداؤد)

جو قانع محتاج کسی سے سوال نہیں کرتا، اسے صدقہ و خیرات دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے کیونکہ جنھوں نے گدائی کو حیثیتِ پیشہ اختیار کر رکھا ہے، وہ ایک جگہ سے نہیں پاتے تو دوسری جگہ سے حاصل کر لیتے ہیں لیکن وہ بے زبان مساکین، جو شرم و غیرت یا قناعت کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے، اعانت و امداد کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ انھیں معنی میں سید الخلق صلعم نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جسے ایک دو چھہاروں یا ایک دو لقموں کی طمع در بدر پھراتی ہے بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو سوال اور مالِ حرام سے بچتا ہے" چنانچہ خدائے عزیز و برتر

نے انہیں تارکین کے متعلق قرآن حکیم میں فرمایا:-

ولا یسئلون الناس الحافا۔ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے کہ بغیر لیے پیچھا نہ چھوڑیں۔

(رواہ البخاری و مسلم)

**افراطِ صدقہ کی ناپسندیدگی**

جس طرح غیر معذور کے لیے سوال اور گدائی نا مشروع ہے، اسی طرح بساط سے بڑھ کر دست سخاوت دراز کرنا بھی ناپسندیدہ ہے۔ امام ابن جوزی رح نے کتاب تلبیس ابلیس میں ایک صوفی بزرگ کا ذکر کیا ہے جنھوں نے باپ کے ترکے میں لاکھوں دینار پائے تھے لیکن وہ ساری دولت ایک ہی دن میں فقراء و مساکین میں بانٹ کر تہی دست ہو گئے حالانکہ صدقہ و خیرات میں اتنی افراط بھی پسندیدہ نہیں کہ انسان بالکل نادار و قلاش رہ جائے اور شیطان اسے دوسروں کے آگے دستِ سوال پھیلانے پر مائل کر دے۔

مروی ہے کہ ایک شخص (مرغی کے) انڈے کے برابر سونا لے کر مصلح اعظم صلعم کے پاس آیا اور عرض کی: "یا رسول اللہ! میں نے یہ سونا ایک کان میں پایا ہے۔ آپ اسے قبول فرمائیے۔" آپ نے دریافت کیا: "کیا تمھارے پاس کچھ اور بھی ہے؟" وہ بولا: "اور کچھ نہیں۔" آپ نے وہ سونا پھینک دیا اور فرمایا: "تم لوگ اپنا سارا مال فی سبیل اللہ خرچ کر دینا چاہتے ہو، پھر محتاج ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو۔ بہتر صدقہ وہی ہے جس کے بعد بھی دینے والا بدستور مال دار رہے۔" (ابوداؤد)

**گدائی کے جواز پر استدلال**

سطورِ بالا میں احادیث صحیحہ کے محکم دلائل سے پوری طرح واضح ہو چکا کہ غیر معذور اور غیر مجبور کے لیے سوال کرنا حرام ہے، لیکن ان ارشادات گرامی کی موجودگی میں بعض لوگ جواز گدائی پر اس حدیث سے استدلال کیا کرتے ہیں:-

للسائل حقّ وّان ما نگنے والے کا حق ہے اگرچہ

Marfat.com

جاء علیٰ فرس مرسل — گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔

(مسند احمد بحوالہ المصابیح (مشکوٰۃ المصابیح باب الاجارہ)

مگر یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ حواشی مشکوٰۃ میں ہے کہ شوکانی نے فوائد میں قزوینی سے اس کا موضوع ہونا نقل کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا: "اس حدیث کی کوئی سند جس سے احتجاج درست ہو، میرے علم میں نہیں" اور ابن عدی نے اس حدیث کو بطریق عبداللہ بن زید موصولاً روایت کیا ہے لیکن عبداللہ ضعیف ہے، بالجملہ اس کا کوئی طریق علت سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔

## غیر معذور بھکاری کو بھیک دینا

اگر کوئی پیشہ ور جوان، تندرست شخص، مرد ہو یا عورت، بھیک مانگے تو اسے جواب تک نہ دینا چاہیے، چہ جائیکہ کچھ رقم دے کر اس کی گدائی کو مزید تقویت پہنچائی جائے۔ اگر لوگ غیر معذور دریوزہ گروں کو نہ دینے کا عہد کر لیں اور اس عہد کی پوری پابندی کریں تو غیر مستحق بھکاری پیشۂ گدائی سے دست بردار ہو جائیں، اگر حالت یہ ہے کہ اچھے تعلیم یافتہ عاقل آدمی اندھا دھند ہر بھک منگے کو بھیک دیتے ہیں، جس سے پیشۂ گدائی آئے دن روبہ ترقی ہے۔ لاہور میں جمعرات خیرات کا دن ہے۔ اس روز ہر طرف بھکاریوں کی یورش ہوتی ہے، لیکن ان مانگنے والوں میں معذور اور صدقے کے حقیقی مستحق شاذ و نادر ہی دکھائی دیتے ہیں۔ دکاندار وں کی عام عادت ہے کہ آنکھیں بند کر کے مستحق اور غیر مستحق میں امتیاز کیے بغیر ہر سائل کو دیتے ہیں جس سے یہ پیشہ خوب ترقی پذیر ہے۔ حالی پانی پتی نے "گدائی کی ترغیب" کے زیر عنوان خوب لکھا تھا: —

ایک مرد توانا کو جو سائل پایا — کی میں نے ملامت اور بہت شرمایا!
بولا کہ ہے اس کا اُن کی گردن پہ وبال — دے دے کے جنھوں نے مانگنا کھلایا

فقہا نے لکھا ہے کہ جو شخص کسب پر قادر ہو اسے دینا حرام ہے کیونکہ سوال کرنا ایسے شخص کو حرام ہے اور اسے بھیک دینا اعانت علی المعصیت ہے اس لیے

۰ بھی حرام ہے۔ چنانچہ کلام پاک میں ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو۔

اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے دہلی، حیدرآباد دکن، کلکتہ، بمبئی یا بھارت کے کسی دوسرے حصے میں کبھی کسی جوان عورت کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے دیکھا ہو بخلاف سرزمین پنجاب کے کہ یہاں درویوزہ گر جوان عورتوں کی بھی کمی نہیں۔

ہندوستان میں بیوہ اور بے وسیلہ عورتیں خادماؤں کی حیثیت سے لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہیں اور وہاں خادمہ عورتیں بسہولت مل جاتی ہیں لیکن پنجاب کی بیوہ یا مطلقہ عورت محنت مشقت یا کسی کی غلامی پر بری سے جان چرانی ہے، اس لیے وہ عموماً مانگنا شروع کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں گھروں میں کام کرنے والی خادماؤں کا سخت قحط ہے۔ کاش عورتوں کو پیشہ گدائی سے باز رکھنے کی طرف خاص توجہ کی جاتی۔

## قرض لینے کی ناپسندیدگی

جس طرح پیشوائے امت صلعم کو مسلمان کا دوسروں سے مدد مانگنا اور کاسۂ گدائی لے کر نکلنا ناگوار تھا، اسی طرح آپ قرض لینے کو بھی ناپسند فرماتے اور چاہتے تھے کہ لوگ حتی الامکان اپنے ہی وسائل و ذرائع پر اکتفا کرنے کے عادی ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالدَّيْنِ۔ میں کفر اور قرض سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا: "یا رسول اللہ! کیا آپ کفر اور قرض کو ایک حیثیت دیتے ہیں؟" فرمایا: "ہاں" رواہ النسائی والحاکم من طریق دراج عن ابی الہیثم وقال صحیح الاسناد (الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۲۵۵)

اور حسب روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول خدا صلعم ایک شخص

Marfat.com

وصیت فرما رہے تھے: "کم سے کم گناہ کرنا تو تم پر موت آسان ہو جائے گی اور قرض کو کم سے کم کرو تو آزادانہ زندگی بسر کرو گے (رواہ البیہقی) اور فرمایا: "اپنی جانیں مامون کرنے کے بعد انھیں خوف زدہ نہ کرو۔" پوچھا گیا: "یا رسول اللہ! کس چیز سے؟" فرمایا: "قرض سے (رواہ احمد و ابو یعلی و الحاکم و البیہقی) فرمایا: "جس کی روح نے ایسی حالت میں جسم سے مفارقت کی کہ وہ تین باتوں سے بری ہے وہ جنت میں داخل ہوگا، غنیمت میں خیانت قرض اور تکبر (رواہ الترمذی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ وقال صحیح علی شرطہما (ایضاً))

**اللہ کے سوا کسی سے نہ مانگنا**

غیر اللہ سے استعانت خواہ حاضر سے ہو یا غائب سے شارع علیہ السلام کو کسی طرح گوارا نہ تھی۔ ارشادِ خداوندی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۵ میں مومن اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ خدا ہی کی عبادت کرے اور اسی سے طلب حاجات کرے۔ انھیں معنی میں ہادیٔ انام صلعم کا ایک ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو:۔

سیدِ موجودات صلعم کے عم زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے: "اے لڑکے! میں تمھیں چند باتیں بتاتا ہوں۔ اللہ کو یاد رکھو، وہ تمھیں اپنی یاد میں رکھے گا۔ اگر اللہ کی یاد میں رہو گے تو اسے اپنے آگے پاؤ گے اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے چاہو اور یاد رکھو کہ اگر ساری مخلوق جمع ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ تمھیں کوئی نفع پہنچا سکے تو اسی قدر نفع پہنچا سکے گی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مقدر کر رکھا ہے اور اگر دنیا کے تمام باشندے مل کر تمھیں کچھ نقصان پہنچانے پر متحد و متفق ہو جائیں تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے جس قدر خدائے عزیز و برتر کے دست قدرت نے لکھ دیا ہے (مقدرات کے لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے اور کتابت تقدیر کے صحیفے خشک ہو چکے (ترمذی)

**سید عبدالقادر جیلانی رح کی تصریحات**

اور رئیس الواصلین قطب الاقطاب

محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فتوح الغیب کے بیالیسویں مقالے میں رقم فرماتے ہیں: "یہ جو کچھ لکھا گیا، اس کی بنیاد حضرت ابن عباس رضؓ کی حدیث ہے جو بواسطہ عطا مروی ہے۔ ابن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ میں رسولِ خدا صلعم کا ردیف تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے لڑکے! حقِ اللہ کی حفاظت کرو تو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو نگاہ رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو اور جب امداد درکار ہو تو اللہ ہی سے مدد مانگو۔ تقدیر لکھنے والا قلم خشک ہو چکا ہے اور اگر ساری مخلوق جمع ہو کر تمہیں کوئی ایسا نفع پہنچانا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر نہیں کیا تو وہ ہرگز نفع نہ پہنچا سکے گی اور اگر تمام لوگ جمع ہو کر تمہیں کوئی ایسا نقصان پہنچانا چاہیں جو تمہارے لیے مقدر نہیں تو وہ ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔"

حضرت محبوب سبحانی رحؒ یہ حدیث نبوی صلعم نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| فینبغی لکل مومن | پس ہر مومن کو چاہیے کہ اس |
| ان یجعل هذا الحدیث | حدیث کو اپنے دل کے لیے |
| مرأۃً لقلبه وشعارہٗ | آئینہ بنالے اور اپنے حال |
| ودثارہٗ وحدیثه | کے لیے لازم اور شعار جامہ |
| فیعمل فی جمیع حرکاتہٖ | قرار دے اور اپنے تمام حرکات |
| وسکناتہٖ حتیٰ یسلم | وسکنات میں اس پر عمل پیرا ہو تاکہ |
| فی الدنیا والاخرۃ | دنیا اور آخرت میں جمیع آفات سے |
| ویجد العزۃ فیها | محفوظ رہے اور دنیا اور آخرت |
| برحمۃ اللہ۔ | میں خدا کی رحمت اور اس کے فضل |
| | سے غلبے اور ارجمندی سے سرفراز ہو۔ |

اور فتوح الغیب کے تینتالیسویں مقالے میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ما سئل الناس من | جس کسی نے لوگوں سے سوال کیا، |

Marfat.com

سئل الا لجهله بالله وضعف ایمانه و معرفته و یقینه و قلة صبره تعنّف عن ذلك الا علمه بالله عزّ وجلّ و قوة ایمانه و یقینه و تزاید معرفته بربّه۔

اُس نے خدائے عزّوجل کو نہ سمجھنے اور اُس سے ناشناسائی کی وجہ سے اور اپنے ضعفِ معرفت و یقین اور قلّتِ صبر کی وجہ سے سوال کیا کیونکہ اگر اس کا ایمان و یقین محکم ہوتا تو خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے سوال نہ کرتا اور جس نے مخلوق سے سوال اور درخواست کرنے سے اجتناب کیا، اس نے خدا اور اس کے صفات کا زیادہ علم رکھنے کے باعث اور اپنی قوتِ ایمان و یقین اور افزونیٔ معرفت الٰہی کی وجہ سے ایسا کیا۔

## غیر اللہ سے استعانت اور شیخ علی ہجویریؒ

شیخ علی ہجویری رح جُنَیدی سلسلے کے ایک پیر طریقت تھے جو تبلیغ اسلام کے سلسلے میں غزنہ سے قدوم فرمائے لاہور ہوئے۔ شرک پسند جہلاء نے انہیں داتا گنج بخش کے نام سے مشہور کر رکھا ہے مگر معلوم نہیں انھوں نے کب، کہاں اور کن لوگوں کو خزائن و دفائن بخشے تھے جو اس لقب سے مشہور کیے گئے۔ کتاب کشف المحجوب ان کی مشہور تصنیف ہے۔ کہتے ہیں کہ فارسی زبان میں اس سے پہلے کوئی کتاب علم تصوّف پر نہیں لکھی گئی۔ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ نے تذکرۃ الاولیاء میں اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ نے نفحات الانس میں اس کتاب کا ذکر فرمایا ہے بلکہ مؤخر الذکر نے اس کتاب سے کچھ حالات بھی اخذ کیے ہیں۔

شیخ علی ہجویری رح کشف المحجوب میں رقم فرماتے ہیں:

اما بندہ ازاں عاقل تر است کہ مر او بیارامد جز او نجوید و بجز ذکر او بیارامد

لیکن بندہ اس سے زیادہ عقل مند ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور سے

Marfat.com

چوں اندر نیست دست کردن
تو شریک نیا لیست محال باشد کہ
اندر تربیت تو شریک باید۔
(کشف المحجوب مطبوعہ لاہور ص ۲۲۱)

مراد چاہے اور ذکر الٰہی کے سوا کسی
اور چیز سے تسکین پائے جب صورت میں
اُس ذات برتر کو تیرے نیست اور
ہست کرنے میں کسی شریک کی ضرورت
نہیں محال ہے کہ تیری پرورش اور کفالت میں اس کا کوئی شریک ہو سکے،

اور فرماتے ہیں:

چوں بندہ بداند کہ خیریت امور
اندر کسب و تدبیر وے باز بستہ
نیست کہ صلاح بندگان خداوند تعالیٰ
بہتر داند در خیر و شر وے
کہ بہ بندہ متعلق نیست جز تسلیم
چہ روئے باشد مر قضاء را و یارائی
خواستن او۔ بے تماشۂ نفس
و امارگی آں از بندہ دفع کند
اندر کل افعال و احوال وے
و خیریت و صلاح وے را
بدو ارزانی دارد پس باید کہ
اندر بدو ہمہ اشغال بندہ
استخارہ کند تا خداوند تعالیٰ
وے را از خطا و خلل و آفت
و زلل آں کار نگاہ دارد و باللہ
التوفیق (کشف المحجوب ص ۲)

جب بندہ یقین رکھتا ہے کہ کاموں
کی بہتری اور کامیابی اپنے کسب و
تدبیر سے وابستہ نہیں کیونکہ بندوں
کی بہتری کا حال خداوند تعالیٰ ہی کو
بہتر معلوم ہے اور انسان پر نیکی یا
بدی اسی ذات پاک کے حکم سے وارد
ہوتی ہے چنانچہ سب کچھ پہلے ہی
سے مقدر ہو چکا ہے تو پھر اپنے جملہ
امور کو اس کے حوالے کر دینے
کے سوا کیا چارہ ہے۔ اس لیے ضروری
ہے کہ تمام اشغال کے شروع کرتے
وقت اسی سے طلب خیر کریں تاکہ
خداوند تعالیٰ اسے خطا اور خلل اور
آفت اور کج روی اور لغزشوں سے
محفوظ رکھے اور ہر کام کی توفیق اللہ
تعالیٰ ہی سے ملتی ہے۔

ختم شد

Marfat.com

# شمائلِ کبریٰ

رسول اللہ صلعم کے اخلاقِ عظمیٰ پر محققانہ و مؤرخانہ
جدید اور دلآویز اسلوب بیان میں نہایت اہم کتاب

تالیف


مولانا ابو نعیم عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری (مرحوم)


نظرثانی: مولانا غلام رسول مہر


شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ پرنٹرز پبلشرز

کشمیری بازار لاہور — نذر باغ پشاور — ہسپتال روڈ حیدر آباد — بندر روڈ کراچی — اردو بازار لاہور